ڈاکٹر سلیم اختر ___ شخصیت اور فن

حنا تحسین

Hina Tehseen

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

ڈاکٹر گلشن طارق

Dr. Gulshan Tariq

Dean of Languages,

Lahore Garrison university, Lahore.

Abstract:

Dr. Saleem Akhtar 11 March, 1934, was born in Lahore. Dr. Saleem Akhar is one of us a literary person. He has served cader services in ordr to accept the patriotism of Urdu literature and his personality is a valid references. He is also the best critics and researcher aslo, and as well as psychiatrists, psychologists. Not only this but a brave and unbelievers fiction writer and literary goose he has a separate heritage. Anything he has picked up on literature in this the person's iron is invented. In this article we discuss Dr. Saleem Akhtar bibliography and literary services.

ڈاکٹر سلیم اختر ایک ہمہ جہت ادبی شخصیت ہیں۔ انھوں نے اردو ادب کا دامن وسیع تر کرنے میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں اور ان کی شخصیت کے کئی معتبر حوالے ہیں۔ وہ ایک بہترین نقاد بھی ہیں اور محقق بھی اور اسی کے ساتھ ساتھ نفسیاتی گتھیاں سلجھانے کے ماہر بھی ہیں۔ اگر وہ ایک طرف اقبال شناسی کی روایت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں تو وہ دوسری طرف غالبیات کا ایسا گوشہ دریافت کرتے ہیں جو سب کی نظروں سے اوجھل ہو۔ صرف یہی نہیں بلکہ ایک بہادر اور بے باک افسانہ نگار اور ادبی جائزے کے حوالے سے بھی ان کی ایک الگ حیثیت ہے۔ انھوں نے جس بھی صنفِ ادب پر قلم اُٹھایا ہے، اس میں اپنی شخصیت کا لوہا منوایا ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر لاہور میں ۱۱ مارچ ۱۹۳۴ء کو پیدا ہوئے۔(۱) والد قاضی عبدالحمید اکاؤنٹنٹ جنرل کی ملازمت پر مامور تھے اور دادا قاضی عبدالحکیم اپنے خاندان کے پہلے گریجوایٹ تھے۔ والدہ رضیہ بیگم بھی ایک نیک اور پرہیز گار خاتون تھیں اور احتراماً ''آپا جی'' کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ ڈاکٹر سلیم اختر ان کے سب سے بڑے بیٹے ہیں۔ ان کے بعد نسیم خالدہ، شمیم خالدہ، خالد حمید، عابد حسین اور روبینہ پیدا ہوئیں۔

ڈاکٹر سلیم اختر کی تعلیمی زندگی کی ابتدا لاہور میں سٹینڈرڈ سٹی ہائی سکول سے ہوئی۔ چونکہ ملازمت کے دوران والد صاحب کا تبادلہ مختلف مقامات پر ہوتا رہتا تھا، اس لیے ڈاکٹر سلیم اختر بھی تعلیمی سفر کے دوران گردش میں رہے۔ ابتدائی تعلیم لاہور سے حاصل کرنے کے بعد دوسری سے چوتھی جماعت تک پونا میں پڑھا اور پھر انبالہ آ گئے اور ۱۹۴۷ء تک وہیں رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد لاہور آ گئے اور ساتویں جماعت میں داخلہ لیا۔ چھ ماہ بعد پھر والد صاحب کا تبادلہ راولپنڈی ہو گیا تو ان کے ساتھ راولپنڈی چلے گئے اور فیض الاسلام ہائی سکول سے ۱۹۵۱ء میں میٹرک کیا۔ اسی برس گورنمنٹ کالج اصغر مال راولپنڈی میں فرسٹ ایئر میں داخلہ لیا اور یہیں سے ۱۹۵۵ء میں بی اے کیا۔

ڈاکٹر سلیم اختر زمانہ طالب علمی میں بڑے شرارتی اور قول کے پکے، فلموں کے شوقین اور نصابی کتب سے بھاگنے والے تھے لیکن اس کے باوجود امتحان میں اچھے نمبروں سے پاس ہوتے تھے اور غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی پیش پیش رہے تھے۔ اپنے بچپن اور لڑکپن کی شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''میں پہلا بیٹا تھا۔ اس لیے لاڈ پیار اور محبت کی کمی نہیں تھی۔ اس کے باوجود بڑا بچہ بننے کے برعکس میں اعصابیت کا مادا، خوفزدہ اور تنہائی پسند ثابت ہوا۔ سکول جاتا تھا۔۔۔ ریاضی سے نفرت تھی اور جغرافیہ ناپسند البتہ ڈرائنگ مرغوب تھی۔ انگریزی گوارا تھی یا حقیقت مجموعی پڑھائی سے کچھ خاص دلچسپی نہ تھی۔ ادھر لمبی لمبی سیروں اور انگریزی فلموں کا جنون تھا۔ سال بھر آوارہ گردی کرتا، آخری دو ماہ میں اچھے نمبر لے کر پاس ہو جاتا بلکہ دو چار مضامین میں انعام بھی حاصل کر لیتا۔ کالج میں مسلسل دو برس تک بہترین مضمون نگار کا اعزاز بھی حاصل کرتا رہا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میری شخصیت تضادات کا مجموعہ تھی۔ مگر ان تمام تضادات کو الفاظ کی صورت میں ایک ایسا مرکزی نقطہ مل گیا کہ میری شخصیت مریضانہ کی بجائے صحت مندانہ رجحانات کی حامل بن گئی۔''(۲)

بی اے کرنے کے بعد ان کی باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ چند برسوں کے لیے رُک گیا اور ۱۹۵۵ء کو پشاور میں اخبار 'شہباز'' کے سب ایڈیٹر مقرر ہو گئے۔ دو اڑھائی سال کے بعد لاہور آ گئے اور لائبریری سائنس کا امتحان دینے کے بعد پہلے پنجاب یونیورسٹی اور پھر پنجاب پبلک لائبریری میں اسسٹنٹ رہے۔ دورانِ ملازمت ایم اے اُردو بھی کیا۔ ۱۹۶۲ء میں ان کی تقرری بطور لیکچرار ایمرسن کالج ملتان ہو

گئی۔ آٹھ سال کا عرصہ ملتان گزارنے کے بعد تبادلہ گورنمنٹ ڈگری کالج سائنس وحدت روڈ لاہور ہو گیا۔ جہاں دو سال قیام رہا اور پھر گورنمنٹ کالج لاہور سے وابستہ ہو گئے اور وہیں سے ۱۹۹۴ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ تاہم اب وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے ایم۔اے اور ایم۔فل کی کلاسیں پڑھا رہے ہیں۔

۳۲ سالہ ملازمت کے دوران نہ صرف اِن کا مطالعہ وسیع ہوا بلکہ انھوں نے اپنے بہت سے شاگردوں سے عقیدت کے جذبات بھی حاصل کیے۔ ان کے شاگردان کی تربیت کی بنا پر ادبی دنیا میں ایک نام پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ان شاگردوں میں ایک اہم نام ڈاکٹر طاہر تونسوی کا ہے۔ انھوں نے ''ہم سفر بگولوں کا، ڈاکٹر سلیم اختر، شخصیت و تخلیقی شخصیت اور جہت ساز، قلم کار، ڈاکٹر سلیم اختر'' لکھ کر حقِ شاگردی نبھایا۔

''اس (ڈاکٹر طاہر تونسوی) کی پسند بد کبول میں کہیں پڑاؤ نہیں مگر عرش صدیقی اور سلیم اختر سے اس نے سچ مچ جی بھر کے محبت کی ہے اور جب سلیم اختر کے خلاف اخبارات اور جرائد میں بہت تکلیف دہ باتیں لکھی گئیں تو طاہر سلیم اختر کے لیے ڈھال بن گیا۔ اُستاد شاگرد کی جوڑی جتنی مشہور ہوئی ہے ماضی قریب میں بھی ایسی مثال نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ عمرہ بھی ایک دوسرے کا محرم بن کر ادا کیا۔'' (۳)

یکم اپریل ۱۹۶۲ء میں ان کی شادی سعیدہ اختر سے ہوئی اور اب وہ خوش گوار شادی شدہ زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے تین بچے ہیں۔ سائیکی ارم اور جودت بیگم سلیم اختر کو تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ جب شادی ہوئی اس وقت ان کی تعلیم صرف ایف اے تھی۔ بعد میں ایم اے، ایم ایڈ کیا۔ معلّمہ کے فرائض سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ ایک اچھی اور معاون بیوی بھی ثابت ہوئیں۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی رقم طراز ہیں:

''میرا گزشتہ چھتیس سینتیس برس سے ان سے تعلق خاص ہے اور پچھلے بیس برس سے میرا لاہور میں ان کے ہاں ہی قیام ہوتا ہے۔ یہ شادی بے حد کامیاب رہی ہے اور اس کا کریڈٹ مسز سعیدہ سلیم کو جاتا ہے۔ وہ سلیم اختر کے دوستوں کو مع سلیم اختر برداشت کیے جا رہی ہیں۔'' (۴)

ہر نئے لکھنے والے کی طرح سلیم اختر نے بھی شاعری سے ابتدا کی۔ پانچویں چھٹی جماعت میں تھے کہ شعر کہنا شروع کیا اور انجان تخلص کیا۔ بعد میں اپنے والد کے دوست عبدالحمید عدم سے اصلاح بھی لی لیکن پھر اپنے آپ کو بہتر نہ پا کر شاعری چھوڑ دی اور خود کو نثر کے لیے وقف کر دیا۔ بعد میں اِس بات پر شکر کیا کہ بروقت عقل آ گئی۔ لکھتے ہیں:

''آج کے قارئین کو اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرنا چاہیے کہ انجان صاحب تخیل کے پر لگا کر پوری قوت سے قضائے تخلیق میں محو پرواز ہوئے بھی نہ تھے کہ عقل آ

گئی۔ تصور کیجیے اگر میرا نام آج یوں لکھا جاتا تو کیا مضحکہ خیز لگتا۔ ڈاکٹر پروفیسر سلیم اختر انجان۔۔۔! معاف کرو بھی نادان!''(۵)

پانچویں کلاس میں ہی تھے کہ بچوں کے رسالے میں لکھنا شروع کیا۔ چھٹی کلاس میں پہلی کہانی ''ایماندار مصور'' شائع ہوئی تو سلیم اختر کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اس کہانی کے شائع ہونے کے لیے انھوں نے بے شمار دعائیں مانگی تھیں۔ لکھتے ہیں:

''اتنی دُعائیں مانگیں کہ تنگ آ کر خدا نے دُعا قبول کر لی اور ایسی دُعا قبول ہوئی کہ پھر کبھی دُعا مانگنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔''(٦)

سلیم اختر کے پہلے دو افسانے ''قربانی'' اور ''ساحرہ'' ایک قلمی پرچے میں شائع ہوئے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر جلیل اشرف لکھتے ہیں:

''یہ مضامین دراصل ان کی ذہنی تربیت کر رہے تھے اور آگے چل کر انھیں ایک ممتاز نقاد بنانے والے تھے۔ اگرچہ یہ تحریریں بچگانہ تھیں۔ آج ان میں سے کسی طرح کے تنقیدی شعور کی تلاش بے سود ہو گی لیکن یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ یہ مضامین آٹھویں یا نویں جماعت کے ایک طالب علم نے لکھے تھے۔''(۷)

کالج کے زمانے میں بھی انھوں نے مضامین لکھے اور دو سال تک انھیں بہترین مضمون نگار کا انعام بھی ملتا رہا۔ اسی دور میں ''نیرنگِ خیال'' اور ''ہمایوں'' میں ان کے مقالات ''غزل میں تصورِ محبوب، ابن الوقت اور اکبر کی شاعری'' شائع ہوئے۔ یہ مقالات ان کے تنقیدی مجموعہ ''نگاہ اور نقطے'' میں شامل ہیں۔ انھوں نے ''تعمیر کوہستان'' اور ''قندیل'' میں بھی لکھا۔ پھر یہ لکھنے لکھانے کا سلسلہ ایسا جاری ہوا کہ بڑے بڑے ادبی رسالوں میں ان کی تحریریں شائع ہونے لگیں اور بہت سی کتب منظرِ عام پر آئیں اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری و ساری ہے۔ انتظار حسین رقم طراز ہیں:

''ڈاکٹر سلیم اختر کا اشہب قلم ایک مرتبہ کاغذ کو چھو جائے تو پھر وہ سرپٹ دوڑتا ہے۔ لکھتے نامہ لکھے گئے، دفتر، تنقیدی ملاقہ لکھنے بیٹھتے ہیں اور کتاب لکھ کر بیٹھتے ہیں۔''(۸)

ڈاکٹر سلیم اختر تنقید، نفسیات، اقبالیات، غالبیات، فکشن، تراجم اور طنز و مزاح کے میدانوں میں طبع آزمائی کر چکے ہیں اور اِس حوالے سے تقریباً ۸۰ کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔ ان کی بعض تصانیف پر انھیں مختلف اعزازات سے نوازا گیا:

۱۔ ادب اور لاشعور	راوٗ ادبی انعام	۱۹۷۲ء
۲۔ اقبال اور ہمارے فکری رویے	گلڈ انعام	۱۹۷۲ء
۳۔ سفر نامہ، بھارت	نقوش ایوارڈ	۱۹۸۸ء، ۱۹۸۹ء

بہترین کارکردگی پر بھی انھیں مندرجہ ذیل اعزازات سے نوازا گیا:

۱۔ہجرہ ایوارڈ	اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد	
۲۔نیاز فتح پوری ایوارڈ		۱۹۹۳ء
۳۔قومی اقبال ایوارڈ	اقبال اکادمی	۹۵۔۱۹۹۱ء
۴۔پانچواں عالمی فروغ اُردوادب ایوارڈ (دوحہ قطر)		۲۰۰۰ء
۵۔احمد ندیم قاسمی ایوارڈ		۲۰۰۱ء
٦۔صدارتی تمغۂ حسنِ کارکردگی برائے ادب		۲۰۰۷ء

ڈاکٹر سلیم اختر نے اپنی علمی استعداد اور وسعت مطالعہ کو بروئے کار لاتے ہوئے نصابی کتب بھی تحریر کی ہیں جو طالب علموں کی علمی پیاس بجھانے میں معاون ثابت ہوئی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اب ان کا شمار بین الاقوامی شہرت کے حامل تخلیق کاروں میں ہوتا ہے۔ان کی بعض تصانیف کو اعلیٰ مدارج کے نصابات میں بھی شامل کیا جاتا ہے۔مثلاً:

اُردوادب کی مختصر ترین تاریخ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد کے سی ایس ایس، پی سی ایس اور بی اے کے نصاب میں شامل ہیں۔

تنقیدی دبستان

بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، پشاور یونیورسٹی پشاور، راج شاہی یونیورسٹی بنگلہ دیش اور اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے ایم اے کے نصاب میں شامل ہیں۔

پشاور یونیورسٹی کے ایم اے (اُردو) کے نصاب میں شامل ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر مندرجہ ذیل اداروں کے رُکن بھی رہے ہیں:

۱۔مجلس منتظمہ ومسودہ کمیٹی، مجلس ترقی ادب، لاہور
۲۔غالب کمیٹی وانشورنس کمیٹی، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد
۳۔مجلس شوریٰ شام ہمدرد، لاہور
۴۔الیکشن کمیشن برائے انتخابات، پاکستان رائٹرز گلڈ، لاہور
۵۔اقبال اکیڈمی پاکستان، لاہور
٦۔بزمِ اقبال، لاہور
۷۔مرکزی فلم سنسر بورڈ، لاہور
۸۔بک سلیکشن کمیٹی ومجلّہ مخزن قائداعظم لائبریری، لاہور
۹۔برائے مطالعہ تجزیہ ڈراما سکرپٹ آرٹس کونسل لاہور

۱۰۔مجلس عاملہ ''الیکشن کمشنر'' حلقہ اربابِ ذوق، لاہور

۱۱۔بورڈ آف سٹڈیز (اُردو) بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان (۹)

مختلف اخبارات ''جنگ، مشرق، نوائے وقت، امروز، جریر، چٹان'' وغیرہ میں مختلف ادیبوں نے ان کی شخصیت پر قلم اُٹھایا ہے اور ان کا ادبی مقام و مرتبہ اجاگر کیا ہے۔مختلف رسائل مثلاً سیپ، الفاظ، افکار، فنون، ماہِ نو، تخلیق، شام و سحر، نقوش، چہارسو، بیسویں صدی، راوی سپوتنک، مسلک، تسطیر، ساجن'' وغیرہ نے ڈاکٹر سلیم اختر کے فن اور شخصیت پر الگ سیکشن ترتیب دیے ہیں، جن کو پڑھنے کے بعد ڈاکٹر سلیم اختر کی زندگی کا ہر گوشہ تقریباً قاری کے سامنے آجاتا ہے اور اگر کسی قسم کی تشنگی رہ جاتی ہے تو وہ ان کی آپ بیتی ''نشانِ جگر سوختہ'' اور ان کے فن اور شخصیت پر لکھی گئی تصانیف مثلاً ''ہم سفر بگولوں کا، جہت ساز۔۔۔قلم کار، ڈاکٹر سلیم اختر شخصیت و تخلیقی شخصیت، ڈاکٹر سلیم اختر بحیثیت نقاد، ڈاکٹر سلیم اختر (اشاریہ)، ذوقِ سلیم، ڈاکٹر سلیم اختر ایک مطالعہ'' پڑھنے کے بعد باقی نہیں رہتی۔

مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں ہے کہ آج ڈاکٹر سلیم اختر ایک مشہور و معروف ادبی شخصیت ہیں اور انھوں نے تقریباً ہر صنفِ ادب میں طبع آزمائی کی ہے اور اس حوالے سے کامیاب بھی رہے ہیں۔اُردو ادب میں ان کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ڈاکٹر سعید معین الرحمٰن رقم طراز ہیں:

''وہ عمر بھر اکتساب، تخلیق، تعمیر، تخصیص اور مہارت کی تحصیل کے پیچھے سرگرداں رہے۔ان کے یہ سارے سنگِ میل بصورت شہرت ان کے خانہ زاد ہیں۔'' (۱۰)

بحیثیت نقاد ڈاکٹر سلیم اختر بے حد معروف ہیں۔وہ پاکستان اور ہندوستان میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔انھوں نے اپنے تنقیدی سفر کا آغاز ''نگاہ اور نقطے'' سے کیا۔اس سے پہلے بھی اگرچہ ان کے تنقیدی مضامین مختلف رسائل میں شائع ہو چکے تھے لیکن تنقیدی مقالات کا پہلا باقاعدہ مجموعہ یہی ہے۔اس کے علاوہ بھی تنقید کے موضوعات پر ان کی بہت سی تصانیف ہیں جس میں ان کی تنقیدی صلاحیتیں ابھر کر سامنے آئی ہیں۔وہ سطحی تنقید کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی تنقید برائے تنقید کو مانتے ہیں، بلکہ وہ تخلیقی تنقید کے قائل ہیں۔وہ اپنی ناقدانہ صلاحیتوں کی بدولت فن پارے کی گہرائیوں میں اُتر جاتے ہیں۔اُردو تنقید میں وہ اپنے کام کی بدولت ایک نام پیدا کر چکے ہیں۔ڈاکٹر انوار احمد ان کی تنقیدی اہمیت کو کچھ ان الفاظ میں اجاگر کرتے ہیں:

''میرے نزدیک ''نگاہ اور نقطے'' سے ''بنیاد پرستی'' تک اور ''نرگسیت'' سے ''تاریخی اور عصری شعور'' تک سلیم اختر کے فکری سفر میں ایک ارتقا ہے۔اس نے پنجاب کے ایک تہذیبی مرکز لاہور میں سائیکل پر سفر کرنے کے باعث ایسی متحرک زندگی گزاری ہے جو گلیوں، سڑکوں کے رزق عوام سے ناتا نہیں توڑنے دیتی۔چنانچہ اس مقام پر وہ سید وقار عظیم، ڈاکٹر احسن فاروقی اور ممتاز شیریں

کے ساتھ افسانوی ادب کی تنقید میں درجہ پا کر بھی ممتاز ہو جاتا ہے۔"(۱۱)

لیکن ڈاکٹر سلیم اختر کو اگر نفسیاتی نقادوں کے ذیل میں رکھا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ انھیں نفسیات سے بہت زیادہ دل چسپی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے نفسیات کا گہرا مطالعہ کیا اور پی ایچ۔ ڈی بھی نفسیاتی تنقید کے موضوع پر کی۔ "نگاہ اور نقطے" کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

> "تنقید میں اساسی اہمیت نقاد کے زاویہ نگاہ کی ہے اور مجھے اپنے بارے میں صرف یہی بتانا ہے کہ میرا زاویہ نگاہ نفسیاتی ہے۔"(۱۲)

افسانہ نگار کے حوالے سے بھی ڈاکٹر سلیم اختر کی حیثیت مسلّم ہے۔ اِس کا ثبوت ان کی افسانوی کلیات پر مشتمل "نرگس اور کیکٹس" ہے جس میں پانچ افسانوی مجموعے شامل ہیں۔ وہ اُردو ادب کے اہم افسانہ نگاروں میں شمار ہوتے ہیں۔ ابتدائی دور میں بھی اِن کا رجحان افسانہ نگاری کی طرف تھا۔ پھر جب ۱۹۲۴ء سے وہ باقاعدہ افسانہ نگاری کی طرف راغب ہوئے تو اِن کا پہلا افسانہ "سویٹ ہارٹ" ماہنامہ "ادب لطیف" میں شائع ہوا اور بے حد مقبول ہوا۔

ڈاکٹر سلیم اختر افسانہ نگار بھی ہیں اور افسانے کے نقاد بھی۔ افسانے کے بارے میں ان کے اپنے نظریات ہیں۔ جن کی روشنی میں وہ افسانے کا ادبی مقام و مرتبہ متعین کرتے ہیں۔ افسانہ لکھتے ہوئے انھوں نے اِس کے تمام پہلوؤں مثلاً تکنیک، تاثر، اُردو افسانے کی جہت، جدید افسانہ، افسانوں پر تنقید، افسانہ مغرب میں وغیرہ پر اظہار خیال کیا ہے اور اُردو افسانہ لکھنے اور سمجھنے میں کسی حد تک ادیب اور قاری کی رہنمائی کی ہے۔

اقبالیات کی طرح غالبیات کے شعبے میں بھی ڈاکٹر سلیم اختر کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ وہ ایک نقاد ہیں اور انھوں نے نفسیاتی تنقید کی روشنی میں غالب کی شخصیت اور فن کو پرکھا ہے اور اقبال کی طرح غالب کا بھی نفسیاتی مطالعہ کیا ہے۔ اس حوالے سے ان کی کتاب "شعور اور لاشعور کا شاعر۔۔۔غالب" بے حد اہمیت کی حامل ہے۔ ناقدین کے لیے غالب کی اہمیت ہمیشہ اہم رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب غالب نے غالبیات میں ایک نئی جہت کا اضافہ کیا تو ان کے کام کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی غالب کی شخصیت کو نفسیاتی حوالے سے پرکھا گیا تھا لیکن یہ کام چند مضامین کی حد تک ہی محدود رہا تھا۔ ڈاکٹر سلیم اختر نے پہلی بار غالب کے نفسیاتی مطالعہ پر ایک پوری کتاب قلم بند کی ہے۔ جگن ناتھ آزاد لکھتے ہیں:

> "اقبالیات پر سلیم اختر کا کام ہر اعتبار سے ایک نئے انداز کا حامل ہے۔ یہ کام سلیم اختر کے اپنے شعوری تجربے کا نتیجہ ہے۔ دوسروں کی صدائے بازگشت نہیں کلامِ اقبال ایک ایسا سمندر ہے کہ اس سے گوہر شناس غواص کے لیے ہر بار ایک نیا موتی نکال لانا دشوار کام نہیں اور سلیم اختر کو اس بات کا احساس ہے۔ آج اقبال

کے نقادوں کے سامنے سب سے بڑا کام اقبال کی از سرِ نو دریافت ہے۔"(۱۳)

اقبال شناسی کی روایت میں بھی ڈاکٹر سلیم اختر کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اقبالیات پر ان کی کتابیں ایک اہم اضافے کی صورت رکھتی ہیں۔ انھوں نے اقبال کے کئی نئے گوشے دریافت کیے ہیں اور اس کے کئی ایسے پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے جن سے اقبالیات سے قارئین ناواقف تھے۔ انھوں نے اپنے مخصوص نفسیات کے پہلو کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اقبال کے فن اور شخصیت پر روشنی ڈالی ہے اور اِس حوالے سے وہ بہت کامیاب بھی رہے ہیں۔ اقبال شناسی کی دنیا میں ان کا نام اہم مقام رکھتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی رقم طراز ہیں:

> "ہمارے مشہور نقاد ڈاکٹر سلیم اختر نے اگر غالب کو شعور اور لاشعور کا شاعر قرار دیا ہے تو یہ ایک نا قابلِ دید سچائی ہے۔ سلیم اختر کی تصنیف "شعور اور لاشعور کا شاعر۔۔۔غالب" اس لحاظ سے ہماری تنقید میں اولیت رکھتی ہے کہ اس سے پہلے غالب کے کلام کا نفسیاتی مطالعہ اِکا دُکا مضامین میں تو کیا گیا تھا، مگر باقاعدہ ایک کتاب کی صورت میں غالب کی سی بڑی شخصیت کا نفسیاتی تجزیہ شاید پہلی بار ہوا ہے۔"(۱۴)

حوالہ جات

۱۔ طاہر تونسوی، ڈاکٹر، ہم سفر بگولوں کا، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء، ص:۱۸
۲۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، الفاظ، مشمولہ: شخصیت و تخلیقی شخصیت، مرتبہ: ڈاکٹر طاہر تونسوی، لاہور: گورا پبلشرز، ۱۹۹۵ء، ص:٦٧۵۔٦٧۴
۳۔ انوار احمد، ڈاکٹر، یادگارِ زمانہ ہیں جو لوگ، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۰۸ء، ص:۱۵۱۔۱۵۰
۴۔ طاہر تونسوی، ڈاکٹر، جہت ساز قلم کار، سلیم اختر، لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۳ء، ص:۱۷
۵۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، نشانِ جگر سوختہ، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص:۵۰
٦۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، ڈبویا مجھ کو ہونے نے، مشمولہ: سیپ، شمارہ ۳۲، کراچی: اگست ستمبر ۱۹۷۵ء، ص:۱۲۴
۷۔ جلیل اشرف، ڈاکٹر سلیم اختر بحیثیت نقاد، لاہور: ٹی اینڈ ٹی پبلشرز، ۱۹۹۹ء، ص:۲۵
۸۔ انتظار حسین، ملاقاتیں، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء، ص:۲۴۸
۹۔ محمد سعید، ڈاکٹر سلیم اختر (اشاریہ)، لاہور: ٹی اینڈ ٹی پبلشرز، ۲۰۰۲ء، ص:۱۴
۱۰۔ معین الرحمٰن، ڈاکٹر، شخصیات اور ادبیات، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۵ء، ص:۳۳
۱۱۔ انوار احمد، ڈاکٹر، یک جا، ملتان: سطور پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء، ص:۱۵۳۔۱۵۲
۱۲۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، نگاہ اور نقطے، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹٦۸ء، ص:۱۰
۱۳۔ آزاد، جگن ناتھ، دیباچہ: اقبال اور ہمارے فکری رویے، از ڈاکٹر سلیم اختر، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۲ء، ص:۱۴
۱۴۔ احمد ندیم قاسمی، ڈاکٹر، شعور اور لاشعور کا شاعر __ غالب، مشمولہ: جنگ، روزنامہ، لاہور: ۲۷ فروری ۱۹۸۵ء، ص:۷